سنت کا مقام اور فتنہ انکار حدیث

مفتی اعظم پاکستان محمد رفیع عثمانی

www.nazmay.com

فہرست مضامین

پہلی آیت

بہترین انسان بننے کا طریقہ

صحابہ کرامؓ کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ

اتباع سنت کی قوت ایک واقعہ

اتباع سنت کی ایک اہم فضیلت

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے

دوسری آیت

تیسری آیت

جھگڑوں کی بنیاد

چوتھی آیت

منکرین حدیث کا تعارف

منکرین حدیث کی سرگرمیاں

منکرین حدیث کے دعوے کا جواب

منکرین حدیث پر کفر کا فتویٰ کب اور کیسے لگا؟

منکرین حدیث کی شرانگیزیاں

ایک اصولی بات

منکرین حدیث سے ہونے والے مناظرے کی روئیداد

دوسرا واقعہ

منکرین حدیث کا دوسرا رخ

کتابت حدیث پر اعتراض

جواب

احادیث کی حفاظت تین طرح سے ہوئی

احادیث کس طرح حفظ کی جاتی تھیں؟

حفاظتِ حدیث کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فاقہ کشی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حفظِ حدیث کے امتحان کا ایک واقعہ

امام بخار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو یہ مقام کیسے ملا؟

عرب علماء اور امام بخاری

امام ترمذی کا حافظہ

احادیث کی تاریخ

راوی کے حالات جاننے کا طریقہ

خلاصہ

تمہید: گزشتہ مجلس میں سنت کا معنی اور اس کی حقیقت کافی تفصیل سے بیان ہوئی جس کا حاصل یہ تھا کہ لفظ سنت کے دو معنی ہیں.

(۱) وہ عمل جو واجب سے کم درجے کا ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں اتنی سنتیں ہیں وغیرہ۔

(۲) آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا طریقہ، خواہ وہ فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل اور اس آیات کی تشریح کی گئی ہے اب مزید آیات کی تشریح کی جاتی ہے۔

پہلی آیت!

آج کی پہلی آیت یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''تحقیق تمہارے لئے پیغمبر خدا کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے (یعنی) اس شخص کے واسطے جسے اللہ تعالیٰ (سے ملنے) اور آخرت (کے آنے) کی امید ہو''

بہترین انسان بننے کا طریقہ!

یعنی آپ ﷺ کی زندگی کے جتنے واقعات ہیں۔ آپ ﷺ کے جتنے اعمال وافعال ہیں۔ آپ ﷺ کے جتنے ارشادات ہیں وہ اللہ تعالی کی طرف سے منتخب نمونہ ہیں۔ لہذا اگر کوئی شخص بہترین انسان اور اللہ تعالی کا مقرب اور ولی بننا چاہتا ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطابق اپنی زندگی ڈھال لے۔ یہ اعلیٰ ترین منصب ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی منصب نہیں۔

صحابہ کرامؓ کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ!

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو بلند مرتبہ اسی وجہ سے نصیب ہوا کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اتباع اور پیروی کرنے کی سعادت ملی۔ نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں انہیں وہ مقام ملا جو ان کے بعد کسی کو نہیں ملا اور آخرت میں یہی مقام ملے گا۔ چنانچہ اس بات پر ساری امت کا اجماع ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی، بڑے سے بڑا مجتہد، بڑے سے بڑا فقیہ، بڑے سے بڑا محدث، بڑے سے بڑا امام اور بڑے سے بڑا صوفی مرتبہ میں ادنی سے ادنی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اور اس اتباع اور صحبت کی برکت تھی کہ کہاں تو ان کی یہ حالت تھی کہ وہ دنیا کے جاہل ترین علاقے کے رہنے والے تھے، عرب کے بدو تھے، عام طور پر وہاں لکھنے پڑھنے کا بھی رواج نہیں تھا، متمدن دنیا سے کٹے ہوئے تھے، معاشی طور پر پسماندہ تھے، علم سے دور تھے کوئی آسمانی کتاب ان کے پاس نہیں آئی تھی، تورات اور انجیل وغیرہ بنی اسرائیل کے پاس تو آئی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت اور پیروی نے ان کو یہ مقام عطا کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پر چھا گئے۔ کسی نے بڑی اچھی بات کہی کہ:

صحابہ کرام جب جزیرہ عرب سے نکلے تو اونٹوں کی مہاریں انکے ہاتھ میں تھیں لیکن دنیا والوں نے دیکھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں قوموں کی تقدیریں اور مہاریں ان کے ہاتھ میں آ گئیں۔ دنیا کے حاکم بنے اور انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنایا۔ قیصر و کسریٰ سمیت اس وقت دنیا کی متمدن آبادی اسلام کے زیر نگین ہوگئی۔

اتباع سنت کی قوت ایک واقعہ!

اتباع سنت میں اللہ رب العزت نے حیرت ناک قوت رکھی ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے دور کا واقعہ ہے۔ اس وقت اسلامی لشکر کئی ممالک کو فتح کرتا ہوا سیلاب کی طرح آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایران و عراق سے آگے نکل کر وسط ایشیا کے کسی علاقے میں پہنچ چکا تھا۔ وہاں اسلامی لشکر نے کسی شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن وہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ وہ قوم اتنی مضبوط اور جنگجو تھی کہ قابو میں نہیں آرہی تھی۔ اس قلعہ کو فتح کرنے کے جتنے طریقے ہو سکتے تھے وہ سارے آزمائے گئے لیکن قلعہ فتح ہونے کی صورت نہ بن سکی۔

مجبور ہو کر انھوں نے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ کر بھیجا اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ انھوں نے اس کا جو حل تجویز فرمایا۔ اس سے سنت کی طاقت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اس کے لئے کوئی مادی حل تجویز نہیں کیا بلکہ جوابی خط میں لکھا کہ سب مجاہدین کو جمع کرو اور پھر خود بھی اپنا جائزہ لو اور ان سے بھی کہو کہ وہ اپنا جائزہ لیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سنت تم سب سے چھوٹ چکی ہے جس پر تم سب نے عمل چھوڑ رکھا ہے

جائزہ لو کہ وہ کونسی سنت ہے۔ جب وہ سمجھ میں آجائے تو سب اس پر عمل کریں اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے حملہ کر دیں۔ انشاء اللہ فتح ہوگی۔

جب سپہ سالار کے پاس یہ خط پہنچا تو اس نے سب مجاہدین کو جمع کیا اور یہ خط پڑھ کر سنایا سب نے مل کر غور کیا کہ ہم نے کونسی سنت چھوڑ رکھی ہے۔ بظاہر ساری سنتوں پر عمل ہو رہا تھا۔ کافی غور کے بعد یہ سامنے آیا کہ ہم سفر کی حالت میں تھے اس لئے ہم نے مسواک نہیں کی، چنانچہ کمانڈر نے سارے لشکر کو حکم دیا کہ جاؤ مسواک لے کر آؤ اور پھر مسواک کرو۔ لشکر کے تمام افراد جنگل میں پھیل گئے، وہاں سے مسواک بنا کر لائے اور کرنے لگے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں کفار پر اتنا روعب بیٹھا ہوا تھا کہ عورتیں اپنے بچوں کو مسلمانوں سے ڈراتی تھیں، مثلاً جب کوئی بچہ شرارت کرتا تو والدہ کہتی دیکھو، باز آجاؤ ورنہ مسلمان کو بلالوں گی اور انھوں نے اس بات کو مشہور کر دیا تھا کہ مسلمان آدمیوں کو کچا کھا جاتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے مسواک کرنا شروع کیا تو اوپر قلعہ میں کھڑے ہوئے کفار حیرت سے دیکھنے لگے کہ نہ جانے کیا قصہ ہوا کہ کمانڈر کا حکم ملنے پر یہ سب کے سب اپنے دانتوں کو تیز کر رہے ہیں۔ پھر خیال آیا کہ ہم نے جو یہ سن رکھا ہے کہ مسلمان لوگوں کو کچا کھا جاتے ہیں تو شاید یہ ہمیں کچا کھانے کی تیاری ہے۔ جمع کا دن تھا، صبح کا وقت تھا، مسواک سے فارغ ہوکر سپہ سالار نے حکم دیا کے اب حملہ کرو، کفار اس خیال سے کہ یہ اب ہمیں کچا کھا جائیں گے، ڈر گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ جمعہ کی نماز سے پہلے قلعہ فتح ہو گیا۔ اسلامی لشکر نے جمعہ کی نماز قلعہ میں جا کر پڑھی۔

اتباع سنت کی ایک اہم فضیلت!

اگر چہ مسلمانوں کے بارے میں ان کا یہ تاثر غلط تھا کہ یہ لوگوں کو کچا کھا جاتے ہیں لیکن بہرحال اللہ رب العزت نے سنت پر عمل کرنے کو قلعہ فتح ہونے کا ذریعہ بنا دیا۔ یقیناً سنت کے اندر بہت بڑی طاقت ہے۔ اس پر عمل کرنے کے اور بھی متعدد فضائل وارد ہوئے ہیں،

چنانچہ آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے!

جس نے فساد کے زمانے میں میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔،،

(مشکوۃ، کتاب الایمان، رقم الحدیث ۱۷۶)

دوسری آیت!

،،قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔،، (النساء ۶۵)

یعنی جب تک اختلافی مسائل میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں، اس وقت تک یہ مومن نہیں ہو سکتے اور جب آپ فیصلہ کر دیں تو دلوں کے اندر تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ خوشی سے قبول کریں خواہ ان کی مرضی کے خلاف ہو اور پھر اس فیصلہ کو پوری طرح تسلیم کر لیں۔ جب تک یہ بات نہ ہو گی اس وقت تک ان کے اندر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔

تیسری آیت!

اوراگرکسی بات میں تمہارے درمیان اختلاف واقع ہوتو اس میں خدااوراس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو،،۔(النساء۵۹)

اللہ اوراس کے رسول کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دیکھو کہ اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے اور آنخضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کیا حکم ہے۔اللہ اوراس کے رسول ﷺ کا حکم ایک ہی ہوتا ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم مل جائے یا اس کے رسول کا حکم مل جائے اس پر عمل کرلو،جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

جھگڑوں کی بنیاد!

سارے جھگڑوں کی بنیاد یہی ہے کہ انسان اپنی رائے چلانا چاہتا ہے۔جب اپنی رائے کوختم کر دیا جائے اور اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے حکم کوتسلیم کرلیا جائے تو سب جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔

چوتھی آیت!

ایک اورجگہ ارشاد ہے: اور جوشخص رسول اللہ ﷺ کی فرمابرداری کرے گا تو بیشک اس نے خدا کی فرمابرداری کی،،۔

لہذا جوشخص رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کریگا،وہ اللہ تعالی کی نافرمانی کرنے والا ہوگا۔اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت اورآپ ﷺ کی نافرمانی اللہ رب العزت کی نافرمانی ہے۔

منکرین حدیث کا تعارف

یہ چند آیات قرآنی ہیں،اس کے علاوہ اورمتعدد آیات ہیں جن سے ثابت ہے کہ جو اللہ کا حکم ہے،وہی رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے اور جورسول اللہ ﷺ کا حکم ہے،وہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔یہیں سے ایک بات سمجھ لیجئے کہ آج کل ایک بہت خطرناک فتنہ ہمارے ہاں موجود ہے۔ہمارے ملک سمیت اورکئی ممالک میں ایک فرقہ پایا جاتا ہے۔یہ چھپا ہوا فرقہ ہے ،دشمن اسلام ہے،یہ اپنا کفر چھپاتا ہے،اپنے آپ کومسلمان ظاہر کرتا ہے حالانکہ وہ مسلمان نہیں ہے،وہ منکرین حدیث کا فرقہ ہے۔

یہ لوگ حدیث کا انکار کرتے ہیں اور لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ کو باوقعت ظاہر کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ ہم اہل قرآن ہیں ۔ان کا کہنا ہے کہ بس قرآن کافی ہے ۔حدیث کی ضرورت نہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نہ کسی ارشاد کی ضرورت ہے نہ کسی فعل کی اور شریعت کا کوئی مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے ثابت نہیں ہوتا ۔جو حکم قرآن مجید میں ہے بس وہی ٹھیک ہے ۔جو حکم قرآن مجید میں نہیں آیا لیکن حدیث میں آ گیا وہ قابل اعتبار نہیں ۔

وہ بہت ملمع سازی کر کے اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں اور علماء اکرام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ملاؤں نے خود حدیثیں گھڑ گھڑ کے انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور پھر حدیث کو حجت قرار دیا حالانکہ حدیث کی کوئی ضرورت نہیں تھی ۔حدیث کو ضروری قرار دینا قرآن مجید کی مخالفت اور اس کا درجہ گھٹانے کی کوشش کرنا ہے ۔یہ قرآن کے خلاف سازش ہے ۔

منکرین حدیث کی سرگرمیاں !

نو تعلیم یافتہ طبقے اور بہت سے اونچے عہدوں پر اس فرقے نے اپنے لٹریچر کو پھیلایا اور ان میں سے بہت سے لوگ اونچے عہدوں پر پہنچ گئے اور کوشش کر کے ایسے لوگوں کو ان عہدوں پر پہنچایا جاتا ہے ۔آپ اپنے حکمرانوں کے بارے میں بہت سی چیزوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام کے خلاف کاروائیاں کرتے ہیں مثلاً کبھی دینی مدارس کے خلاف ،کبھی دینی قوتوں کے خلاف اور کبھی دینی شخصیات کے خلاف ،ان میں بسا اوقات ان لوگوں کی کوششوں کا بھی دخل ہوتا ہے ،قادیانی بھی شامل ہوتے ہیں ۔یہ لوگ علماء سے بغض وعنا درکھنے والے ہوتے ہیں ۔

منکرین حدیث کے دعوے کا جواب !

ان لوگوں کے دعوے کی قلی خود انہی آیات سے کھل جاتی ہے جو آیات آج بیان ہوئیں اور گزشتہ ہفتے بیان ہوئیں : یہ آیات قرآنی سراسر ان کے خلاف ہیں ۔منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ احادیث حجت نہیں ،شریعت میں ان کی کوئی بنیاد نہیں جبکہ قرآن کہتا ہے :

’’جو کچھ رسول اللہ ﷺ دیں ،وہ لے لو جس سے منع کریں ،اس سے رک جاؤ ۔جس نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی اس نے اللہ کی پیروی کی ،اور تم میں اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو فیصلہ کن نہ سمجھے‘‘ وغیرہ وغیرہ ۔یہ آیات ان منکرین حدیث کو کافر قرار دے رہی ہیں ۔

منکرین حدیث پر کفر کا فتویٰ کب اور کیسے لگا ؟ !

ان کے سرگروہ کا نام تھا''غلام احمد پرویز''۔اردو کا ادیب بہت اچھا تھا۔ماہنامہ''طلوعِ اسلام'' کے نام سے لاہور سے رسالہ نکالتا تھا اور اس نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔

آج سے تقریباً چالیس سال یا اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ اس کی سب کتابوں کو یہاں دارالعلوم کراچی میں جمع کیا گیا۔ ہمارے والد ماجد حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سبحان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شمس الحق صحب مدظلہ اور دارالعلوم کے دیگر اساتذہ کرام کے درمیان ان کتابوں کو تقسیم کیا گیا کہ وہ ان کا مطالعہ کریں اور ان میں سے کفریہ کلمات کی نشاندہی کریں۔ہم سب لوگ لگے، مہینوں تک ان کتابوں کا مطالعہ کیا۔ان کلمات کو نکالا گیا پھر ان پر مزید تحقیق کر کے ایسے کفریہ کلمات باقی رکھے گئے جن میں کوئی تاویل ممکن نہ تھی۔ جب ایسے کلمات سامنے آگئے کہ جن میں کوئی صورت نہ تھی تو پھر ان کے بارے میں فتویٰ لکھا گیا کہ''پرویز اور ہر وہ شخص جو پرویز جیسے نظریات رکھتا ہو، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔اس پر تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث علماءِ کرام کے دستخط ہوئے اور پھر یہ فتویٰ شائع کر دیا۔تو اس پر علماءِ کرام کا اجماع ہے کہ منکرینِ حدیث کافر ہیں۔

منکرین حدیث کی شرانگیزیاں!

اس موقع پر ان کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آنحضرت ﷺ کے ارشادات و افعال کی پیروی کا بیان چل رہا ہے کہ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا تو یہ بات سامنے رکھنا ضروری تھی کہ ایسا فرقہ اس وقت دنیا میں موجود ہے کہ جو آپ ﷺ کے اقوال و افعال کی حجیت کا انکار کرتا ہے اور وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ان لوگوں نے جو شر پھیلایا ہے۔انگریزی اخبارات میں ان کے آرٹیکلز شائع ہوتے رہتے ہیں۔کبھی علما کرام کے خلاف، کبھی حدیث کے خلاف اور کبھی صحابہ کرام کے خلاف وغیرہ۔

ایک اصولی بات!

ان کے ساتھ ہمارے مناظرے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان کے پاس کوئی بنیاد نہیں ہے اس لئے وہ کبھی ٹھہر نہیں پاتے۔ابھی ہم ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ پہلے ایک اصولی بات سمجھ لیجئے وہ یہ کہ''حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ممکن نہیں''۔مثلاً دیکھئے کہ ایمان کے بعد سب سے اہم حکم اور رکن اسلام''نماز'' ہے۔نماز کے بارے میں یہ نہیں بیان کیا گیا کہ نماز کے ارکان کتنے ہیں، ان میں ترتیب کیا ہوگی، فجر میں کتنی رکعتیں ہوں گی، ظہر میں کتنی ہوں گی، عصر میں، مغرب اور عشاء میں کتنی رکعتیں ہوں گی وغیرہ، یہ ساری تفصیلات

تو حدیث میں آئی ہیں۔اب قرآن کا حکم ہے کہ ’’نماز قائم کرو‘‘۔جب تک احادیث سے یہ تفصیلات نہیں لی جائیں گی قرآن کے اس حکم پر عمل کیسے ہوگا؟

منکرین حدیث سے ہونے والے مناظرے کی روئیداد!

جس سال میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوا،اسی سال کی بات ہے کہ میں شہر میں تراویح پڑھاتا تھا ایک منکرِ حدیث جو کسی بڑے عہدے پر فائز تھا،وہ میرے پیچھے تراویح پڑھنے کے لئے دور سے آتا تھا۔روزانہ کوئی نہ کوئی مسئلہ پوچھتا تھا۔جس سے نوک جھوک سی محسوس ہوتی تھی۔ایک روز اس نے مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔میں نے بتایا کہ یہ مسئلہ حدیث میں یوں ہے۔اس پر بات چل پڑی۔وہ بولا کہ حدیث کی ضرورت کیوں ہے؟ قرآن کافی ہے۔میں نے جواب دیا کہ حدیث کے بغیر تم نماز ہی نہیں پڑھ سکتے۔کہنے لگا یہ کس طرح؟ میں نے کہا تم نماز میں جو رکوع کرتے ہو کیا قرآن مجید میں اس طرح رکوع کرنے کا کوئی ذکر ہے۔وہ چکرا سا گیا۔پھر میں نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ دیکھو رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں۔وہ بولا کہ رکوع کے معنی ہی جھکنے کے ہیں (تو گویا قرآن سے جھکنا ثابت ہوگیا) میں نے نے کہا کہ جھکنے کے معنی تو یہ ہیں لیکن کس طرف جھکنا،آگے جھکنا،پیچھے جھکنا،،دائیں جھکنا یا بائیں جھکنا،۔یہ تو رکوع کے معنی سے معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ تو حدیث سے معلوم ہوگا،آنحضرت ﷺ کے عمل سے معلوم ہوگا۔کہنے لگا اچھا سجدہ؟ میں نے کہا سجدہ کی بات بھی یہی ہے۔سجدہ کا لغوی مطلب ہے’’پیشانی کو زمین پر ٹیکنا،پیشانی کو زمین پر ٹیکنا الٹا لیٹ کر بھی ہوسکتا ہے،اس مخصوص طریقے سے پیشانی ٹیکنے کا طریقہ جو ہم نماز میں کرتے ہیں،وہ کسی لغت کی کتاب میں مذکور نہیں،بلکہ اس کا علم حدیث سے ہوگا۔اس سے کچھ بن نہ پڑا۔

دوسرا واقعہ!

میں نے ایک موقع پر کسی منکر حدیث سے کہا کہ بتلاؤ،قرآن مجید میں کہیں ہے کہ پاخانہ کھانا اور پیشاب پینا حرام ہے تو پھر جب تم صرف قرآن ہی کے احکام پر بات کرتے ہو تو پاخانہ کیوں نہیں کھاتے اور پیشاب کیوں نہیں پیتے؟ وہ خاموش ہوگیا۔

منکرینِ حدیث کا دوسرا رخ!

منکرینِ حدیث نے پہلے تو یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کی ضرورت ہی نہیں،صرف قرآن ہی کافی ہے لیکن جب ان کے سامنے قرآن مجید کی وہ آیات رکھی گئیں جن سے حدیث کا حجت ہونا معلوم ہوتا ہے اور جب یہ کہا گیا کہ جب تم قرآن کو مانتے ہو تو اس کے ماننے کی وجہ سے حدیث کو بھی ماننا پڑے گا تو اس محاذ پر وہ شکست کھا گئے۔اب انہوں نے نئی بات نکالی اور بات انہوں نے اپنی

طرف سے نہیں کی، ان کی اپنی عقل تو بہت تھوڑی سی ہے ان کی عقل تو یورپ اور امریکا سے آتی ہے۔ ایک یہودی مستشرق گلڈ زہر نے آج سے سوڈیڑھ سو سال پہلے ایک شوشہ چلتا کیا تھا کہ احادیث قابل اعتبار نہیں کیونکہ یہ عہد رسالت ﷺ میں نہیں لکھی گئی تھیں بلکہ دوسو سال بعد لکھی گئیں۔

کتابت حدیث پر اعتراض!

چنانچہ یہ بھی کبھی کبھی یہ بات کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث عہد رسالت میں نہیں لکھی گئیں بلکہ دوسو سال بعد لکھی گئیں پھر وہ بڑے چٹ پٹے انداز میں بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھئے آج کوئی صدر یا وزیر اعظم کی تقریر ہوا اور وہ لکھی نہ جائے اور ریکارڈ بھی نہ کی جائے اور کوئی آدمی یہ تقریر سنے پھر وہ دوسرے کو بتائے، دوسرا تیسرے، تیسرا چوتھے کو، چوتھا پانچویں کو، اس طرح کئی آدمیوں نے ایک دوسرے کو بتایا۔ ایک ہفتے بعد جب آخری آدمی سے پوچھیں گے کہ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں کیا کہا تھا تو وہ کچھ کی کچھ ہو چکی ہوگی اور ہم تک کچھ اور بات پہنچے گی جب کے احایث تو دوسو سال تک نہیں لکھی گئیں اور ٹیپ ریکارڈ تو ویسے بھی اس زمانے میں نہیں ہوتا تھا۔ دوسو سال کے بعد امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد وغیرہ آئے۔ اس وقت عالم اسلام میں کچی پکی باتیں پھیلی ہوئی تھیں، انہوں نے وہ سن کر اپنی کتابوں میں لکھ دیں اور کہا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات ہیں، ان پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب!

یہ اعتراض بالکل غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عہد رسالت میں خود آنحضرت ﷺ کی نگرانی میں آپ کی ہدایت کے مطابق اور آپ کی املاء سے صحابہ کرامؓ نے ہزارہا حدیثیں لکھیں۔ اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی تعداد احادیث کو حفظ کرتی تھی۔

حدیثوں کو اسی طرح حفظ کیا جاتا تھا جس طرح قرآن مجید کو حفظ کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ لکھنے کا کام بھی ہوتا ہے۔ انہیں درساً پڑھایا جاتا ہے۔ اس موضوع پر ہمارے اکابر نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ہے ''تدوینِ حدیث''۔ اس میں انہوں نے پوری داستان لکھی ہے کہ آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں کس طرح احادیث لکھی جاتی تھیں اور انہیں کس طرح حفظ کیا جاتا تھا اور یہی سلسلہ تابعین، تبع تابعین اور بعد کے دور میں بھی رہا۔ ناچیز! کی بھی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے ''کتابتِ حدیث عہدِ رسالت اور عہد صحابہ میں'' یہ اردو میں ہے۔ اس میں ہم نے یہ ثابت کیا ہے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانہ میں کتنے بڑے پیمانے پر حدیث کی کتابت کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ صحابہ کرام کی کتنی بڑی جماعت نے اپنے آپ کو حفظِ حدیث کے مشغلے پر لگا لیا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں تھا۔ ان کا یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

احادیث کی حفاظت تین طرح سے ہوئی!

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ احادیث لکھی بھی گئیں اور حفظ بھی کی گئیں، ان پر عمل بھی ہوتا تھا بلکہ حکومتوں کے قوانین اسی کے مطابق چلتے تھے اور جو چیز ایک مرتبہ قانون بن جائے وہ کیسے بھلائی جاسکتی ہے خلافتِ راشدہ کی ساری حکومتوں کا نظام احادیث کی بنیاد پر چلتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی حکومت اتنی زیادہ پھلی ہوئی تھی کہ آپؓ کی حدود سلطنت کے مقابلے میں پاکستان کی حیثیت اتنی بھی نہیں بنتی، جتنی پاکستان کے مقابلے میں اس کی چھوٹی سی تحصیل کی۔ اتنی بڑی سلطنت کے سارے قوانین اور عدالتی فیصلے سنت کے مطابق ہو رہے تھے، آپ ﷺ کے ارشادات اور افعال کے مطابق ہو رہے تھے۔ گویا احادیث کی حفاظت تین طرح سے ہو رہی تھی، کتابت کے ذریعے، حفظ کے ذریعے اور عمل کے ذریعے۔ عمل انفرادی سطح پر بھی ہو رہا تھا اور سرکاری سطح پر بھی ہو رہا تھا، ان حالاتیں احادیث کیسے بھلائی جاسکتی تھیں۔

احادیث کس طرح حفظ کی جاتی تھیں؟!

حفظِ حدیث کا کام بھی اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرام سے لیکر محدثین کے آخری دور تک ایسے ہزاروں افراد ملتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں علم حدیث کی حفاظت، کتابت اور زبانی یاد کرنے کے لئے وقف کررکھی ہیں۔ احادیث کو اس طرح حفظ کیا جاتا ہے جس طرح قرآنی آیات کو حفظ کیا جاتا ہے۔ احادیث کو یار کھنے کے بھی عجیب وغریب واقعات ہیں۔ اس کی ابتداء اصحابِ صفہ سے ہوئی۔

صفہ اسلام کا پہلا مدرسہ تھا۔ اس مدرسہ کے استاد حضور ﷺ تھے اور شاگرد اصحابِ صفہ تھے۔ اصحابِ صفہ ان صحابہ کرامؓ کو کہا جاتا ہے جو صفۂ میں رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ سے دین سیکھنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مشغلہ نہیں تھا۔ اور دین کس طرح سیکھتے تھے؟ قرآن سیکھتے تھے، اس کا معنی سیکھتے تھے اور حضور ﷺ کے عمل دیکھتے رہتے تھے اور آپ ﷺ کے اقوال کو یاد کرتے رہتے تھے اور دوسروں تک پہنچاتے تھے۔

حفاظتِ حدیث کے لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فاقہ کشی!

ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ ان کا حافظہ بھی خوب تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو خصوصی دعا بھی دی تھی اور ان کا اس کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں تھا۔ کھانے کو کچھ مل اتو کھالیا ورنہ فاقہ۔ بعض اوقات فاقہ کی وجہ سے مسجد میں اس حالت میں پڑے ہوتے تھے کہ کسی سے بات نہیں کرسکتے تھے ایک مرتبہ ایسے ہی فاقہ کی حالت میں تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان

کودیکھا تو ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات!

صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔انہوں نے پانچ ہزار سے زائد احادیث روایت کی ہیں۔آپؓ اصحاب صفہ کے سردار ہیں۔احادیث بہت بیان کرتے تھے دوسروں کو سناتے رہتے تھے،اس لئے بھی سناتے تھے کہ جتنی مرتبہ سنائیں گے اتنی اور پکی یاد ہو جاں گی۔کثرت سے روایات بیان کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کا امتحان بھی لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حفظِ حدیث کے امتحان کا ایک واقعہ!

مروان بن حکم مدینہ کے گورنر تھے۔انہوں نے دیکھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احادیث بہت سناتے ہیں تو ان کا امتحان لینے کا ارادہ کیا۔چنانچہ ایک مرتبہ ان کو اپنے ہاں دعوت دی۔بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا۔جب یہ تشریف لائے تو درخواست کی کے آپ ہمیں آنحضرت ﷺ کی کچھ احادیث سنا دیں۔یہ تو حدیثیں سنانے کے لئے تیار رہتے تھے چنانچہ انہوں نے خاصی تعداد میں احادیث سنائیں۔مروان نے خفیہ طور پر ایک کاتب کو پردے کے پیچھے بٹھا رکھا تھا اور اسے ہدایت کی تھی کہ جو کچھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بولتے جائیں،وہ تم لکھتے جانا۔چنانچہ وہ احادیث لکھتا رہا۔حدیث کا ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو گیا۔مروان بن حکم نے بڑے اعزاز سے آپ کو رخصت کیا وراس ذخیرۂ احادیث کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان احادیث کے محفوظ ہونے کا کچھ علم نہیں تھا۔

ایک سال کے بعد مروان بن حکم نے پھر دعوت دی۔اعزاز و اکرام کے ساتھ بلایا اور درخواست کی کے آپ نے پچھلے سال جو احادیث بیان کی تھیں،وہ میرے پاس محفوظ نہیں رہیں۔آپ برائے کرم دوبارہ وہ حدیثیں سنا دیجئے۔آپ نے پھر وہی حدیثیں اسی ترتیب سے سنا دیں۔اس مرتبہ بھی مروان نے کاتب کو خفیہ طور پر پردے کے پیچھے بٹھا رکھا تھا،وہ احادیث لکھتا چلا گیا اب دو تحریریں تیار ہو گئیں جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رخصت ہو گئے تو دونوں کو ملا کر دیکھا تو اس میں زیر زبر کا بھی فرق نہیں تھا اور کوئی حرف آگے پیچھے نہیں تھا۔یہ شان تھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی۔

امام بخار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ!

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں۔ان کی زندگی کا بڑا وقت سفروں میں گزرا ہے ،محنت ومشقت کی زندگی گزاری ہے۔علمِ حدیث کی تلاش میں مختلف علاقوں اور ملکوں کے سفر کئے ، جہاں سے امید ہوتی تھی کہ کچھ احادیث مل جائیں گی ، وہاں تشریف لے جاتے ۔اس زمانے میں مدرسے نہیں ہوتے تھے بلکہ اشخاص تھے اور طلبہ ان کے پاس جا کر علم حاصل کرتے تھے ۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح علم حاصل کیا ،اور علم میں اتنا کمال پیدا کیا کہ ان کے حافظے کی ،ان کے تقوی کی ،ان کی علمِ حدیث میں مہارت اور ان کی محنت کی پوری دنیا میں شہرت ہو رہی تھی ۔چنانچہ ان سے بھی علم حدیث کے سلے میں کافی امتحان لئے گئے ۔

ایک مرتبہ ایک شہر میں پہنچے۔ وہاں کے محدثین نے آپس میں کہا کہ بخاری آ رہے ہیں ،ان کی بڑی شہرت ہے لہذا ان کا امتحان لینا چاہئے ۔اس کا طریقہ یہ طے کیا گیا کہ دس علماء مقرر ہوئے ۔ان میں سے ہر ایک ذمے یہ لگایا کہ وہ دس احادیث سنائے گا اور یہ سب علماء حدیثیں اس طرح سنائیں گے کہ کسی کا کوئی لفظ آگے ہو جائے گا ،کسی کا پیچھے کر دیا جائے گا کسی میں کوئی اور لفظ لایا جائے گا غرض یہ کہ کوئی نہ کوئی تغیر کر دیا جائے گا۔اور پھر امام بخاری سے پوچھا جائے گا کہ ان حدیثوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ درست ہیں یا نہیں؟

اندازہ کیجئے یہ کتنا کڑا امتحان تھا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا کچھ علم نہیں تھا۔آپ تشرے لائے ۔ ہزاروں لوگ جمع ہو گئے ۔امام بخاری جب بیٹھ گئے تو ایک عالم کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے پاس دس حدیثیں پہنچی ہیں انہیں سنانا چاہتا ہوں اگر آپ نے تصدیق کی کہ یہ حدیثیں درست ہیں تو میں انہیں اپنے پاس لکھ لوں گا۔اجازت ملنے پر انہوں نے دس حدیثیں سنائیں ۔ان سب احادیث میں تغیر وتبدل کیا گیا تھا۔امام بخاری نے پہلی حدیث سنی تو فرمایا کہ یہ حدیث تو میرے علم میں نہیں ہے ،دوسری سنی تو اس کے بارے میں بھی یہی جواب دیا۔حتی کہ دس کی دس حیثوں کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ یہ میرے علم میں نہیں ہیں ۔
پھر دوسرے عالم نے احادیث تغیر وتبدل کے ساتھ سنائیں ۔ان کو وہی جواب دیا جو پہلے عالم کو دیا تھا۔لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ یہ کیسے محدث ہیں ،علماء انہیں حدیثیں سنا رہے ہیں اور انہیں کسی ایک بھی خبر نہیں ۔ پھر تیسرے عالم نے تغیر کے ساتھ حدیثیں سنائیں ۔اسی طرح دس کے دس علماء نے احادیث بیان کر دیں ۔ ہر ایک کے بارے میں آپ کا یہی جواب تھا کہ یہ میرے علم نہیں ہے۔اب عوام کی چہ میگوئیاں تو اور بڑھ گئیں البتہ علماء سمجھ گئے کہ کچھ بات ہے ،یہ آدمی معمولی نہیں معلوم ہوتا۔پھر کسی نے کہا حضرت!ان حدیثوں میں سے کسی کے بارے میں بھی آپ کو علم نہیں ۔فرمایا کہ جس طرح انہوں نے حدیثیں سنائی ہیں ،اس طرح تو کوئی حدیث میرے علم میں نہیں البتہ پہلی حدیث جو سنائی ئی وہ فلاں طریق سے فلاں الفاظ کے ساتھ میرے علم میں آئی ہے۔

حدیث کو صحیح سند اور الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا۔ پھر اسی طرح دوسری حدیث کے بارے میں کہا اور صحیح پڑھ کر سنائی۔ پھر تیسری، چوتھی، پانچویں غرضیکہ سو کی سو احادیث کو اسی ترتیب سے پڑھا جس ترتیب سے سنانے والوں نے بتائی تھیں اور انہیں صحیح طریقے سے سنا کر فرمایا کہ میں نے اس طریقے سے یہ حدیثیں سنی ہیں۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو یہ مقام کیسے ملا؟!

سب علماء نے وہیں ہتھیار ڈال دیئے اور سب کی گردنیں جھک گئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ امام بخاری کو امت نے اگر امام مانا ہے تو بے وجہ نہیں مانا، ان کے سامنے گردنیں جھک جاتی ہیں، وہ ایسے ہی نہیں جھک جاتیں اور نہ ہی کسی پروپیگنڈے کے نتیجے میں جھکتی ہیں علماء کرام نے انہیں کسوٹی پر پرکھا ہے اور ان سے بڑے بڑے امتحانات لئے، جب علماء کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ شخص علمِ حدیث کا بہت بڑا ماہر ہے، تب جا کر اس کی بات مانی ہے۔

عرب علماء اور امام بخاری!

آج کل بہت سے عرب علماء میں یہ مزاج نظر آتا ہے کہ وہ عام طور پر غیر عرب عالم کی بات توجہ سے نہیں سنتے بلکہ ان کی بات کو درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھتے البتہ جن عرب علماء نے ہمارے بزرگوں کی عربی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو وہ ان کے عاشق اور فرفتہ ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان میں بڑے بڑے علماء ہیں ورنہ عام طور پر عجمی علماء کے بارے میں ان کا رویہ یہی ہے کہ وہ ان کی بات پر توجہ نہیں دیتے امام بخاریؒ بھی عجمی تھے لیکن آج بھی اگر عالمِ عرب کے بڑے سے بڑے فقیہ، بڑے سے بڑے محقق اور بڑے سے بڑے محدث کے سامنے جب کوئی حدیث پڑھ کر یوں کہا جائے کہ اسے بخاری نے روایت کیا ہے تو اس کے سامنے اس کی گردن جھک جاتی ہے۔

امام ترمذی کا حافظہ!

یہ صرف امام بخاری کے حالات ہیں۔ ان کے علاوہ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی کے حالات بھی عجیب ہیں۔ ان کے حافظے، ان کی کاوشیں، ان کی قربانیاں بڑی حیرت ناک ہیں۔ امام ترمذی جنہوں نے صحاح ستہ میں شامل مشور کتاب جامع ترمذی لکھی، یہ امام بخاری رحمتہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ یہ ازبکستان کے شہر ترمذ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے حافظے کا حال عجیب وغریب تھا۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں ایک مرتبہ حج کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ سے گزرے تو سر جھکا لیا اور ساتھیوں سے کہا سر جھکا لو۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا کہ یہاں جھاڑی دار درخت نہیں ہیں؟ ساتھیوں نے

انکار کیا تو امام ترمذی نے گھبرا کر قافلے کو رونے کا حکم دیا اور فرمایا اس کی تحقیق کرو، مجھے یاد ہے کہ عرصہ دراز پہلے جب میں یہاں سے گزرا تھا تو اس جگہ ایک درخت تھا جس کی شاخیں بہت جھکی ہوئی تھیں اور وہ مسافروں کے لئے پریشانی کا باعث تھا، سر جھکائے بغیر اس کے نیچے سے گزرنا ممکن نہ تھا۔ شاید اب وہ درخت کسی نے کاٹ دیا ہے۔ اگر واقعہ ایسا نہیں ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ یہاں درخت نہیں تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا حافظہ کمزور ہو چکا ہے، لہذا میں روایتِ حدیث کو ترک کردوں گا۔

لوگوں نے اتر کر آس پاس کے لوگوں سے تحقیق کی تو بڑی عمر کے لوگوں نے بتایا کہ واقعۃً یہاں ایک درخت تھا وہ مسافروں کی پریشانی کا باعث تھا، اس لئے اسے کٹوا دیا گیا۔ اس جیسے اور کئی واقعات ہیں اور اس طرح حفاظتِ حدیث کی ایک درخشندہ تاریخ مرتب ہوئی جو آج تک محفوظ ہے۔

احادیث کی تاریخ!

اگر آج آپ ہم سے یہ کہیں کہ اس حدیث کی تاریخ بتائیں تو ہم آپ کو اس کی پوری تاریخ بلا دیں گے کہ یہ حدیث ہم نے کس سے سنی پھر اس نے کس سے سنی، پھر امام مسلم نے کس سے سنی، امام بخاری نے کس سے سنی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تک پورا سلسلہ بیان کریں گے انشا اللہ۔ کسی بھی محدث سے پوچھئے وہ آپ کو پورا سلسلہ بتا دیگا یہ ایک زنجیر ہے جس میں کوئی لڑی درمیان میں غائب نہیں اور کوئی لڑی کھوٹی نہیں ہے، سب کے سب کھرے لوگ ہیں، متقی اور پرہیزگار ہیں، ذہین اور سمجھ دار ہیں، محنت سے احادیث کو یاد کرنے والے اور اپنی زندگیاں کھپانے والے لوگ ہیں۔

راوی کے حالات جاننے کا طریقہ!

اگر آپ ایک سند میں کسی راوی کا نام پڑھتے ہیں لیکن آپ کو اس کے حالات معلوم نہیں تو لائبریریوں میں ''اسماء الرجال'' کے فن سے متعلق کتابیں موجود ہیں۔ ان میں تمام راویوں کے حالاتِ زندگی لکھے ہوئے ہیں۔ عام طور پر حروفِ تہجی کے نام سے ہوتے ہیں مثلاً آپ یحیٰی بن معین کے حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ حروف ''ی'' کو نکالئے، حرفِ ''ی'' سے شروع ہونے والے محدثین کے نام آجائیں گے۔ ان میں یحیٰی بن معین کے حالات بھی ہوں گے جس میں یہ درج ہوگا کہ وہ کہاں پیدا ہوئے، کب پیدا ہوئے، کن اساتذہ سے پڑھا کن لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ کن کن شہروں میں گئے، کن کن سے ملاقاتیں کیں، ان کا علم کیسا تھا، حافظہ کیسا تھا وغیرہ وغیرہ یہ سارا ریکارڈ محفوظ ہے۔

خلاصہ!

خلاصہ یہ کہ یہ کہنا باکل دجل وفریب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے بارے میں اطمینان سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ واقعی رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں۔ یقیناً کہا جاسکتا ہے اوران سے احکام ثابت کئے جاسکتے ہیں۔لہذا منکرینِ حدیث کا دعویٰ باکل غلط اورنا قابلَ اعتناء ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں اتباع سنت کی توفیق نصیب فرمائے اوراس فتنے سے ہماری مکمل حفاظت فرمائے۔(آمین)